

سرمایہ دارانہ نظام کی عصری تغیرات اور اسلامی تناظر میں تجزیہ

ڈاکٹر غارو طارق

Economics System of a country Influence its civilization, religion literature, values and its social system. Capitalism is an important economic system of the world but this system produced class differences, Psychological Strains and internal conflicts. Moreover, materialism, suffocation and social failure are major issues of the Capital system. This article presents the introduction of capitalism, its kinds and Islamic perspective of Capitalism.

سرمایہ دارانہ نظام انگریزی کے لفظ "Capitalism" کے ترجمے کے طور استعمال کیا جاتا ہے۔ لفظ دراصل لاطینی زبان کے لفظ "Kaput" سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی "Head" کے ہیں۔ جس سے مراد ایک ایسا پیش جو کسی کے دولت مدد ہونے کو جائیں۔ لفظ "Kapitalism" سے پہلے ۱۸۳۰ء میں مارکس اور اینجمنت نے استعمال کیا۔ مگر جو من زبان کا یہ لفظ قبول عام کا درج حاصل نہ کر سکا۔ اسی کے پر ایک انگریزی زبان کا لفظ "Capitalism" سامنے آیا جو کہ سب سے پہلے ۱۸۵۵ء میں ایک ناول نگار Thackeray نے استعمال کیا۔ جس کا مطلب بعض سرمائی کی ملکیت سے تھا۔ اس کے پیداواری نظام سے نہیں۔

مختلف ڈاکٹریوں اور انسائیکلو پیڈیا نے اس کی تعریف مختلف انداز میں کی۔

تو می اردو ایکشنس ڈاکٹری میں جمل جابی لکھتے ہیں:

"Capitalism" کا مطلب نظام سرمایہ داری، اصول سرمایہ داری، سرمائی کی ملکیت، ایک نظام جس کے تحت پیداوار اور سامان، خدمات کی تعمیر میں طور پر ہوتی ہے۔ آزاد تجارت یا کاروبار۔"

میں یوں لکھا ہے The new Encyclopedia Britannica

Capitalism also called free market Economy or free Enterprises Economy, economic system, dominant in the western world since the breakup of Feudalism, in which most of the means of production are privately owned and production is guided and income distributed largely through the operation of markets.

اسٹنٹ پروفیسر، حضرت عائشہ صدیقہ ماڈل ڈگری کالج، لاہور۔

علمی انسائیکلو پیڈیا میں اس کی تعریف یوں ہے:

(Capitalism) سرمایہ داری۔۔۔ سماجی معاشی اقتصادی جس نے جاگیرداری

نظام کی جگہ لی۔ سرمایہ داری کی بنیاد پیداوار کی تجارتی مزدور کے استھان پر

ہے۔ قدر زائد کا حصول سرمایہ دارانہ پیداوار کا بنیادی اصول ہے۔ پیداوار کی تلفی، مخصوص

عرضہ بعد، بڑان شدید ہے روزگاری، عموم کی غربت اور مقابلہ بازی و جنگیں سرمایہ داری نظام کا

خاصہ سمجھی جاتی ہے۔“^{۱۷}

The Blackwell Encyclopaedia of POL-Science میں ہے۔

“Capitalism, A term that come into general use to describe the new forum of economic organization that become dominant in industrial societies during hte nineteenth century.”

اوہ ہماری زندگی کا بیاض اور عکاس ہے۔ دنیا میں قائم ہونے والے کچھی نظام، تحریکیں اور رحمات بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر ادب سے فلک ہوتے ہیں۔ اسی طرح سرمایہ دارانہ نظام نے کچھی ادب پر اثرات والے ہر زبان کے ادب نے اس نظام کو اپنے اندراز میں پیش کیا۔

جاگیردارانہ نظام کی طرح سرمایہ دارانہ نظام کا آغاز بھی یورپ سے ہوا۔ چودہویں صدی سے لے کر سولہویں صدی تک کا زمانہ یورپ کی تاریخ میں دور متوسط سے دور جدید کی طرف عبور کا زمانہ تھا۔ یورپ میں جاگیردارانہ نظام کے خاتمے کے بعد شعور و آگئی نے ایک نئی کروٹ لی۔ طبیعت، ریاضی، انجینئرنگ اور دوسرے شعبوں میں اہل مغرب کا علم بڑھنا شروع ہوا۔ انی جغرافیائی دریافتیں سے فلک و نظر میں بھی دعست پیدا ہونے لگی۔ اس کے ساتھ ساتھ اہل مغرب کے لیے دو دنراز کے مالک میں ایسی منڈیاں بھی کھلنا شروع ہو گیں۔ جہاں وہ اپنے ملک کی مصنوعات اور خام پیداوار تکالیف کیں۔ اور دوسرے ملکوں کی مصنوعات اور خام مال خرید کیں۔ ان مواقع سے تجارت کا وہ بازار جو صدیوں سے سر پر اتحاہ سر تو سر گرم ہونے لگا۔ تمام رکاوتوں کے باوجود یورپ کے اندراور بہر سو اگرتوں کا کاروبار پھیلانا شروع ہو گیا۔ بڑے بڑے تجارتی چوراہوں پر شہر لستے اور بڑھتے گئے۔ دولت، طاقت، ذہانت اور تمن کا مرکز بذریعہ جاگیروں اور ریاستوں کے قصبائی مقامات سے ہٹ کر ان بڑے بڑے شہروں کی طرف سر کئے گا جو تجارت، صنعت اور جدید علمی وادی سرگرمیوں کا مرکز ہن گئے تھے۔ اس نئی تجارت کا میر کارروائی و رامل وہ بورڑا طبقہ تھا جسی سواداگر، ساہوكار، اہل حرف اور

بُری تجاز جن کے اندر تغیر اور ترقی کی لگن تھی مگر ان کے اس سفر میں جا گیرداری اور کلیسا کی نظام نے بہت رکاوٹ حائل کیں۔ صدیوں کے اس تاریک دائرے سے نکلنے کے لیے انہیں بہت سے حاذوں پر لڑنا پڑا اگر سو یہیں صدی کے آخر تک پورپ کے ان جاہ کن نکاموں کا تسلط ہوتے لگا اور یہ بورڈ و اپلینڈ ان رکاذوں سے آزاد ہونے لگا۔ اس پر اتنے جا گیردارانہ نظام کی جگہ ایک نئے نظام کی ابتداء ہوئی جو "سرمایہ دارانہ نظام" کہلاتا ہے۔

اس نظام کے دو حصے ہیں:

۱۔ تجارتی سرمایہ داری۔ (Merchantail Capitalism)

۲۔ صنعتی سرمایہ داری۔ (Industrial Capitalism)

تجارتی سرمایہ داری - Merchantail Capitalism

سرمایہ دارانہ نظام کا آغاز اسی تجارتی سرمایہ داری سے ہوا جو یورپ میں "مرکھال سرمایہ داری" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ابتداء میں چھوٹے چھوٹے تاجر یورپی ہوئے جن کی بیانیاد محدود ذرائع پیدا اور پر تھی۔ کار گیر جو کچھ پیدا کرتا تھا اس سے اس کا مقصد اپنے خاندان کو دو وقت کا کھانا میسر کرنا ہوتا تھا۔ اس کے پاس زائد سرمایہ نہیں ہوتا تھا جس کی بیانیاد پر وہ ملازم رکھ کر اس سے کام کرو کے اپنی پیداوار کو پڑھا سکتا۔ یہ صورت حال اس وقت بدلتی چلے جو خوشحال تھے انہوں نے اپنی علیحدہ جماعتیں بنائیں اور کسی خاص پیداوار میں تجارت شروع کر دی۔ زائد آمدن سے ان کا معیار و مرتبہ عام کار گوروں سے بلند ہو گیا اس طرح "مرکھال" ملکی پیداوار جس نے خاص خاص پیداوار میں مہارت حاصل کر کے تجارت شروع کی دی اور ان حالات میں عام کار گوروں کا خاتمہ ہو گیا اور وہ اس طبقے کے ماتحت ہو گئے۔

اس کے بعد تاجر طبقے نے پنا اثر و سوخ بڑھانے اور اپنے مخادرات کے لیے کوششیں تیز کر دیں۔ اس نے اپنی کوششوں سے شہروں کا نظام و نسل اپنے ہاتھ میں لے لیا اور مختلف اداروں یہاں تک کہ سیاست اور قانون میں بھی عمل و خل شروع کر دیا۔ یہ سماجی و معاشری تبدیلیاں قانون، رسم و رواج اور روایات میں بھی تبدیلیاں لے آئیں۔ چچ جواب تک سود کو حرام کہتا تھا الگستان کی پارلیمنٹ نے تاجروں کے اثر و سوخ اور ان کے مخادرات کے پیش نظر اسے جائز قرار دے دیا۔ مرکھال سرمایہ داری نے الگستان کے تاجروں کے سرماجے میں تیزی سے اضافہ کرنا شروع کر دیا مگر اس سرمائے میں دون دنیوی رات چھٹی ترقی تپ ہوئی جب انہوں نے "اون" کی تجارت پر اپنی اچارہ داری قائم کر لی۔ کیونکہ یہ واحد صنعت تھی جو دوسرے ملکوں کی منڈیوں میں

الفلم... اپریل ۲۰۱۶ء

سرمایہ دار اقتصاد کی عصری تغیرات اور اسلامی تاثیر میں جو ہے (281)

کمیگی جاتی تھی۔ اس سے وہ اس قابل ہوئے کہ اس منافع سے وہ اپنی تجارتی کپیاں قائم کریں اور تجارت کو دوسرا ملکوں میں پھیلایں۔

انھی حالات میں ۱۶۰۱ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام عمل میں آیا۔ اس دور میں قانون پر تھا کہ کمپنیوں کو رائل چارٹر دے دیا جاتا تھا جس کے تحت وہ خاص خاص ملکوں میں تجارت پر اپنی اجارة داری قائم کر لیتی تھیں۔ اور ان ملکوں میں دوسری کمپنیوں کو تجارت کی اجازات نہیں ہوتی تھی۔ ”ایسٹ انڈیا کمپنی“ کا قیام مرکخال سرمایہ داری نظام میں عمل میں آیا۔ اس کمپنی کا پہلا تجارتی سفر ۱۶۰۱ء میں ہوا۔

اپنی کتاب میں لکھتا ہے James Fulcher

“In April 1601 the English East India Company Govt its first expedition to the East Indias. After some 18 months its four ships Ascension, Dragon, Hector and Susan, had returned from Swarta and Java with a cargo mainly of pepper. The success of this venture led to a second expedition by the same ship.”^۵

اس کے بعد اس کمپنی کا باقاعدہ تجارتی سفر شروع ہو گیا۔ اس مقصد کی خاطر انہوں نے راستوں میں جزیروں پر مضبوط جگلی قلعے بھی تعمیر کیے تاکہ وہ دوسرا ملکے تجارتی جہازوں کو روکیں اور لوٹ مار کے ذریعے خوف وہ راس پیدا کریں۔ چنانچہ مرکخال سرمایہ داری کی بنیاد پر افغانی راستوں کی تلاش، تجارتی اجارة داری، غلاموں کی خرید و فروخت اور سمندری لوٹ مار پر تھی۔ سرمایہ داری کا تعلق پیداوار سے قطعاً نہیں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان سے جو سامان خریدتی اس کی قیمت وہ چاندی کی ٹکل میں ادا کرتی کیونکہ اسوقت انگلستان صنعتی لحاظ سے پسند نہ تھا اسے ”اوون“ ان کے پاس ہندوستان کو دینے کے لیے پکھن دیتھا۔ مگر ہندوستان کو اون کی ضرورت نہ تھی چنانچہ جو سامان خریدتے بدلتے میں چاندی دیتے اور یہ چاندی وہ افریقی غلاموں کو امریکہ اور دوسرے کئی جزاں میں پہنچ کر حاصل کرتے تھے۔ یعنی اس نظام کی ابتدائی اٹھتی ٹھلم و ستم، اجارة داری اور تنصب کے جذبات سے رکھی گئی تھی۔ تجارتی کمپنیوں کا طریقہ کاری پر تھا کہ وہ جس ملک میں تجارت کرتے ان کی کوشش ہوتی کہ وہ وہاں کے حکمرانوں سے خوشامد، رشوت اور دوسرے ذرائع سے زیادہ مراجعات حاصل کریں۔ سبھی فارماں انہوں نے ہندوستان میں قائم رکھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی جب ہندوستان میں تجارتی غرض سے آئی تو یہاں پر تحریری اور ذائق پہلے سے موجود تھے جنہوں نے سالمی علاقوں پر اپنی اجارة داری قائم کر رکھی تھی اور مغل بادشاہ اور امراء کے ساتھ ان لوگوں کے ابھی تعلقات تھے۔ اس لیے ابتدا

میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو اپنی جگہ بانے میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ انگریز ہندوستان کے ساحلی علاقوں پر تقریباً ڈائریکٹ نہایت صبر سے انتقال کرتے رہے اور اس دوران وہ معمولی سوداگروں کی طرح اپنی تجارت کرتے رہے یہاں تک کے ان کی سیاسی قیمت کا پاس پہنچنے لگا تب وہ ملک کو اپنی غلامی میں لے آئے۔ یہ انسانی تاریخ کا ایک بجوبہ روزگار واقعہ ہے۔

مرکنخال سرمایہ داری میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اہم کردار ادا کیا۔ اور اس کمپنی کا عروج مرکنخال سرمایہ داری کا عروج تھا۔ ہندوستانی حکومت نے اپنی نادانی میں انگریز تاجر وون کو محلی مراعات دینا شروع کر دیں یہاں تک کہ محلی عہد کے آخری دور میں ان تاجر وون پر سے کشم ڈیوٹی مخالف کر دی اور اس سے کمپنی کو تجارت میں زبردست فائدہ ہوا۔ جب کہ حکومت کی آمدی کم ہونے سے خزانے میں کمی ہو گئی اور ہندوستانی تاجر وون کو سخت نقصان پہنچا۔ جب مثل حکومت کزوہ ہوئی تو کمپنی نے اس سے مکمل فائدہ اٹھایا اور آخری ۲۵٪ اے میں پلاس کی جگہ کے بعد کمپنی نے بیگان میں سیاسی قوت حاصل کر لی اور آخری مغل باشا کے زیر قلنس آجائے کے بعد پورے ہندوستان پر ایک طرح سے اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ سیاسی اقتدار کے بعد کمپنی مزید مضبوط ہو گئی اب اسے اپنی مراعات کے حصول کے لیے کسی کی خوشابدگی ضرورت نہ رہی بلکہ اپنے فائدے اور مفاوکے لیے وہ جو چاہیے قدم اٹھاتے۔ سیاسی اقتدار کے بعد انہوں نے پہلا کام تو یہ کیا کہ ہندوستانی تاجر وون کو فیصلہ شادیا کر وہ اپنامال کسی اور کو فروخت نہیں کر سکتے سوائے کمپنی کے۔ چنانچہ کمپنی نے ان کارگروں سے کم قیمت پر زیادہ مال خریدنا شروع کر دیا اور زیادہ منافع سے اسے بیچتے۔ اس کے علاوہ کمپنی نے ان کارگروں سے اپنی تیکریوں میں اپنی مرضی کا کام کر دیا اور جس کی مانگ یورپ کی منڈیوں میں تھی۔ وہ تاجر جو پہلے آزاد تھا اب کمپنی کے غلام ہو گئے۔ انہیں کام کے عوض چکووا ملنے لگی۔ اس اقدام کے ساتھ ہندوستانی تاجر متاثر ہوئے کیونکہ انہیں کارگروں سے مال مانا جنہوں کی اور ان کی تجارت ختم ہو گئی۔ اس سے ہندوستان میں بے روزگاری میں اضافہ ہو گیا۔ روایتی صنعت و حرفت تباہ ہو گئی اور پیداوار کی کمی نے اس سرز میں کو قحط، بھوک اور افلاس کی سرز میں ہنادیا۔

عبداللہ یوسف ولفے اے کے قط کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اس قط کے زمانے میں بکلت کے شہر میں بے بس اور لا چار لوگوں کا ایک دریاالماء چلا آرہا تھا لیشیں اور سکتے لوگ جاہجا سرراہ پڑے ملٹے تھے متواتر کنیٰ یعنی تک روزانہ پیچاں کی اوسط تعداد میں لوگ مرتے رہے لیکن یہ لوگ سخت جان اور صابر و شاکر تھے۔“

پاکی کی بجگ کے بعد جو دولت انگلستان گئی اس نے وہاں صنعتی انقلاب کو تیز کر دیا۔ نئی نئی ایجادوں نے ذراائع پیدا کر دیا۔ ہندوستانی سرمائے نے انگلستان کی ایجادوں کے لیے ذراائع پیدا کئے جس کی وجہ سے صنعتی ترقی کا آغاز ہوا۔ انگلستان کا صنعتی انقلاب انحصار ہوں گدی میں ہوا اور اس نے صنعتی سرمایہ دار کو طاقت و رہا دیا۔ اب تکی سرمایہ دار کمپنی کی اچارہ داری کے خلاف ہو گئے۔ اب انہیں اپنی تجارت کے لیے نئی منڈیوں کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ”مرکنخال سرمایہ داری“ کو تبدیل کرنے کی آواز بلند ہوتا شروع ہو گئی۔ ان سرمایہ داروں نے آزاد تجارت پر زور دیا۔ بالآخر اس دباؤ کی وجہ سے ۱۸۱۵ء میں کمپنی کی اچارہ داری ہندوستانی تجارت سے ختم کر دی گئی۔ اس کے بعد ہندوستان جس کا کپڑا اپوری دنیا میں فروخت ہوتا تھا اس کی صنعت تباہ ہو گئی اور ہندوستان کی منڈیاں انگلستان کے لیے کھل گئیں۔ یوں صنعتی سرمایہ داری کی ابتدا مرکنخال سرمایہ داری کے زوال کا باعث ہی۔

لکھتا ہے: Jerry-A Frieden

“British Industrialist Introduced a flurry of Technological innovations that revolutionized production starting around 1750. Employers brought dozens, even hundreds of workers together in large factories to use new machinery, new energy sources and new forms of organization. Power looms and mechanical spinners transformed the textile industry. Improvements in the use of waterpower and eventually the development of steam power made the machinery more powerful still. By the 1820 British factories could undercut competitors in virtually every market. The economic interests created by Britain's Industrial Revolution saw mercantilism as irrelevant or harmful.”

۲- صنعتی سرمایہ داری (Industrial Capitalism)

صنعتی سرمایہ داری کی ابتدا تو ۱۷۵۰ء میں شروع ہو گئی تھی مگر اس کا تیزی سے فروغ کمپنی کے ختم ہونے کے بعد ہوا۔ ۱۸۳۰ء تک کچھ ایسی تینوں ایجادوں ہو گئیں جنہوں نے پورے معاشرے پر اثر ڈالا۔ ایک زرعی معاشرہ کامل طور پر صنعتی ہو گیا۔ تبدیلی کا یہ عمل سب سے پہلے انگلینڈ میں شروع ہوا اور بہت جلد و سرے مغربی ممالک میں بھی پھیل گیا۔

ان بنیادی ایجادوں نے جنہوں نے صحتی سرمایہ داری کو صحت دی ان میں سب سے پہلے لو ہے اور فولاد کا استعمال تھا۔ اس سے پہلے لو ہے اور فولاد کو اتنے وسیع پیمانے پر بھی استعمال نہیں کیا گی تھا۔ قرآن کا فیصلہ ہے کہ ”بے شک لو ہے میں بڑی طاقت ہے۔“ اس کے علاوہ ایندھن اور طاقت کے نئے ذرائع، مثلاً کوکل، سیم انجمن، بھلی اور پیشہ و نخیرہ بھی استعمال میں آئے۔ ایسے مشینیں استعمال میں آئیں جن سے کم وقت میں کم افراد کے ساتھ بہت زیاد پیداوار حاصل کی جاسکتی تھی مثلاً کپڑا بننے کی مشین، غیرہ۔ آمد و رفت اور رسائل کے بالکل نئے طریقے مثاہریں، بھاپ سے چلنے والے بھری جہاز، آٹوموبائل اور یہ یو ایجاد کیے۔ مزدوری اور کام کرنے کے بالکل نئے طریقے یعنی تیکری نظام نے جنم لیا۔ سائنس کو صحتی ترقی میں زیادہ سے زیاد استعمال کیا جانے لگا۔

اس عظیم الشان انقلاب نے ترقی، خوش حالی اور قوت اقتدار کے جن موقع کا دروازہ کھولا، ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے قریب ترین گروہ اگر کوئی تھا تو وہ بورڈ اگردوہ تھا۔ اسی کے ہاتھ میں صنعت و تجارت تھی۔ سرمایہ بھی اسی کے پاس اور علم و ادب پر بھی وہی چھایا ہوا تھا۔ اس نے سرمایہ، فنِ قابلیت اور تکنیکی صلاحیت میتوں کے اشتراک سے صنعت اور کاروبار کا ایک نیا نظام کھڑا کیا تھے صحتی سرمایہ داری کہا جاتا ہے۔ اس صحتی سرمایہ داری سے شہروں میں بڑے بڑے کارخانے اور تجارتی ادارے قائم ہوئے۔ پیشہ ور برادریوں کے پرانے طلاق نوٹ گئے۔ چھوٹے چھوٹے کارخانوں، منفرد کارمی گروں اور دکان داروں کے لیے دائرہ زندگی بنتگی۔ دیہات و قصبات کے پیشہ ور لوگ اور چھوٹے چھوٹے سوداگر اور کاروباری لوگ مجذور ہو گئے کہ وہ شہروں میں ان بڑے کارخانے داروں اور تاجروں کی ملکائیں قبول کر لیں۔

سرمایہ داری نے جہاں کسانوں کو جاگیر داری کی نئی نسلی سے آزاد کیا، وہاں ایک اور بھی اتنی اہم ”آزادی“ ان کو عطا کی۔ اس نے کسانوں کو ان کے اس زمین کے بگوئے سے بھی ”آزاد“ کر دیا جس پر یہ اپنی گزدان کرتے تھے۔ دریعہ پیداوار کی اس محرومی نے کسانوں کو سرمایہ کے چنگل میں دھکیل دیا اب یہ ”فانتو ہاتھ“ یعنی زمین سے محروم کسان و دیہات چھوڑ کر شہروں کا رخ کرنے لگے۔ انہی لوگوں سے اجرتی مزدوروں کی وہ فوج وجود میں آئی جو سرمایہ دار انگلشتری کے ہاتھوں میں کھلوانا ہیں گئی۔ اس طرح سائنس کی تی دنیا فتوں سے جو طاقت آئی اسے بورڈ و ایجاد اچک لے گیا۔

صحتی انقلاب جس نے انگریزوں کی اقتصادی اتنی طرز کو اچانک بدلت دیا انگلستان اور ہندوستان کے درمیان اقتصادی تعلقات کو بھی متاثر کیا۔ پہلے یہ صورت حال تھی کہ ہندوستان انگلستان کو اپنا سوتی کپڑا،

چاندی کے عوض فروخت کرتا تھا۔ انحصار ہوئی صدمی تک ہندوستان کی اقتصادی حالت پھر بھی ترقی یافت تھی۔ لیکن صنعتی انقلاب کے آجائے سے انگلستان سوتی کپڑوں اور دوسری اشیاء کا وسیع پیمانے پر تیار کرنے والا ملک بن گیا اور اشیاء کا جو تجارت ہوتا تھا اب اس کی مشین کا بننا ہوا کپڑا ہندوستان کے ہاتھ کے بے ہوئے کپڑے کے سامنے بے وقت ہو گیا۔ ہندوستان کی تجارت جاہ ہو گئی کارگردانوں اور جو لا ہوں کا ذریعہ معاش چاتا رہا اور وہ مزدوروں میں بدلتے۔ انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کر لیا مگر صنعتی طور پر اسے پسمندہ ہی رکھا انگریز زیادہ تر ریلوں اور پانات میں سرمایہ لگاتے۔ ریلوں کی حد تک ان کا اصل مقصد فوبی ضرورت پوری کرنا اور استعماری میں کوتوسٹ پہنچانا تھا۔ بانات کی صنعت پر بڑی صدک یورپیں اچارہ داری تھی جو زیادہ نفع بخش تھی۔ سوتی کپڑے کے علاوہ کسی اور بڑی صنعتی پر توجہ ہی نہیں دی گئی۔ اور اب سوتی کپڑے کی صنعت بھی بے کار ہو گئی۔

کارل مارکس لکھتا ہے:

”ہندوستان جو شے جانے کئے زمانے سے سوتی کپڑے کا سب سے بڑا کارخانہ تھا اور اسے ساری دنیا کو فراہم کیا کرتا تھا، اب انگلستان کے دھاگوں اور سوتی کپڑے سے بھر گیا۔ اس کی مصنوعات کو انگلستان سے باہر رکھا جاتا یا ان کو انجامی خست شرائط پر داخل کیا جاتا تھا اور برطانوی مصنوعات ہندوستان میں بہت کم اور براۓ نام مخصوصی پر اندر لی جا رہی تھیں۔ جس کا نتیجہ دیسی سوتی کپڑوں کی برآمدی تھا جو کسی زمانے میں اتنے مشہور تھے۔“

برطانیہ کی صنعتی سامراج نے ہندوستان کے ساتھ ناؤ بادی کا سلوک کیا۔ اس نے ایسا شیطانی کھل شروع کیا جو استعماری نظاموں کی خصوصیت ہوتی ہے۔ اس نے ایک طرف تو دیہات کے زرعی نظام میں بیزی لانے اور ترقی دینے کے بجائے اس بالکل غیر متحرک بنا دیا اور دوسری طرف شہروں میں بڑی صنعتوں کے فروغ میں رکاوٹ ڈالی۔ پہلے کی چھوٹی موتی صنعتیں اس قابل نہیں تھیں کہ وہ نئی صنعتیں لگانے اور زراعت کو جدید ہنانے کے لیے وافر سرمایہ مہیا کر سکتیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سرمایہ دار طبقے کی دولت میں تو اضافہ ہوا۔ مگر متوسط اور غریب طبقے بے روزگاری، مظلومی کی دلدوں میں پھنستا گیا۔ زراعت اور کسانوں کی حالت بھی چیکی ہو گئی زرعی ترقی کے لیے کوئی اقدامات نہیں کئے گئے تجھا شدید قحط پیدا ہونے شروع ہو گئے۔

تاریخ میں لکھتے ہیں:

”صرف اپنے اس سال میں یعنی ۱۸۶۰ء سے ۱۹۰۸ء تک میں قحط پڑے۔ ازیس اور بگال (

۱۸۶۰ء) شمالی مغربی صوبیات اور راجستان (۱۸۶۸ء) بھٹی اور مدراں (۱۸۷۷ء۔ ۱۸۷۸ء) شمالی مغربی صوبیات مدراں، بھٹی اور صوبیات متوسط (۱۸۹۶ء) اور بھٹی صوبیات متوسط، براہ، پنجاب اور احمدیہ (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۰۰ء) کی طرح بڑے بڑے قطلوں میں بہت سے لوگ مرے۔ اڑیسہ اور بنگال میں (۱۸۹۶ء۔ ۱۸۹۷ء) میں تیرہ لاکھ انسان موت کے گھاٹ اترے۔ ۱۸۷۷ء کے قحط میں تقریباً پچاس لاکھ انسان مرے اور ۱۸۹۶ء اور ۱۸۹۷ء میں پینتالیس لاکھ اور ۱۹۰۰ء۔ ۱۸۹۹ء میں سازھے بارہ لاکھ لوگ مرے۔ ۱۸۹۰ء کے بعد اتنی جلدی جلدی قحط پڑنے کے اسباب کیا تھے۔ ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سرف بارش کی کمی تھی۔ اس کی اصل وجہ تھی کہ غربت اور قیتوں کی زیادتی کی وجہ سے غریب طبقات نداہاصل نہیں کر سکتے تھے خصوصاً ان دونوں جب فصلیں خراب ہو جاتیں تھیں اور روزگار کے موقع کم ہوئے تھے۔^{۱۰}

یوں مغربی صنعتی سرمایہدارانہ نظام ایک احتسابی نظام بن گیا جس کا مقصد دوسروں قوموں کو نظام بنا کر ان سے مزدوری کرو اکر اپنی میثاق کو مضبوط بناتا تھا۔

صنعتی سرمایہدارانہ نظام کی آگے تین قسمیں ہیں:

- ۱۔ Anarchi Capitalism (خانہ جگلی سرمایہدارانہ نظام)
 - ۲۔ Managed Capitalism (منظوم سرمایہدارانہ نظام)
 - ۳۔ Remarketaized Capitalism (سرمایہدارانہ نظام کی تکمیل نو)
- محضراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظام دنیا کو طبع، لائی، خود غرضی، فریب، غربت، بے روزگاری اور افلاس کے علاوہ کچھ دے سکا۔ ہر وہ نظام جو حد سے تجاوز کر جائے اور اختلال کے دامن کو چڑھ دے تو پھر اس کے خلاف متاثر طبقہ اٹھ جایا کرتا ہے۔ سرمایہدارانہ نظام کے ساتھ بھی بھی کچھ ہوا۔ چنانچہ اس کے خلاف سو شلزم کی تحریک آئی۔ اس سو شلزم تحریک نے سرمایہدارانہ نظام میں مزدوروں کی حالت زار کے رو عمل سے نہم لیا۔ اس تحریک کا روح روان کارل مارکس تھا جو اس صنعتی سرمایہدارانہ نظام میں تمودا رہا۔
- کارل مارکس (پیدائش ۱۸۱۸ء، وفات ۱۸۸۳ء) نے اپنی مشہور تصنیف "سرمایہ"^{۱۱} میں اس نظام کی برائیاں بیان کیں۔ کارل مارکس کی کتاب داس کپٹل (Das Capital) ۱۸۴۵ء میں منتظر عام آئی۔ اس میں مارکس نے سرمایہداری نظام پر محنت تحقیق کی، اندر وہ کسی کوشش کے نتیجے میں اس کے خود بخود تباہ ہو جانے

کی بشارت دی اور دنیا کو سو شکر کا پیغام دیا۔ ॥

مارکس کا خیالِ نظام کا خاتم ہے تو ناچا ہے اور ذرائع پیدا اور احتصال کرنے والے طبقے سے احتصال زدہ طبقے کے ہاتھ میں آ جانا چاہیے۔ اور مزدوروں کے اس اقتدار میں تی مساوات ہو سکتی ہے اسے مارکس "پر دلتاری کی آمریت" کہتا ہے اس کا خیال ہے کہ حکومت خود طبقات پیدا کروائے اسکے احتصال کرواتی ہیں۔ جب مزدور، سرمایہ دار، امیر غریب سب ایک سطح پر آ جائیں گے تو طبقاتی کلکش ہی ختم ہو جائے گی۔ یہی سہالٹ تحریکِ حقی جو سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف کھڑی ہوئی۔ اس تصور کو پیدا ہونے میں اگرچہ صدیاں لگیں مگر آخر مردوں میں انقلابی رنگ نظر آنے لگا اور سرمایہ داروں کے خلاف آواز بلند ہونا شروع ہو گئی۔

سرمایہ دارانہ نظام کی برائیاں اور خلافت کے اساب

سرمایہ دارانہ نظام کی برائیاں جنہوں نے اس نظام کو ایک احتصالی نظام بنادیا اور اس کے خلاف تحریکات انحصار کھڑی ہوئیں وہ چیزیں چیزیں برائیاں درج ذیل ہیں۔

۱۔ اس نظام کی سب سے بڑی برائی سرمایہ داروں کی شخصی آزادی تھی باروک توک تجارت اور سرمایہ داروں کے اپنے اتفاق و اتصان کے پیش نظر ہر اقدام نے اس نظام کو محض ایک جا برانہ نظام بنان گیا۔ سرمایہ داروں کی ہر جماعت اور کمپنی اپنی مرضی سے جہاں اور جس پیداوار میں زیادہ و منافع گھومنے کرتی؟ جس صنعت اور کارخانے کو لگانے میں زیادہ دولت اکٹھا ہونے کا امکان ہوتا ہے اسی اقدامات کے جاتے۔ انھیں اس سے قطعاً کوئی غرض نہ تھی کہ ان کے حرص و ہوس سے کتنے لوگ متاثر ہو رہے ہیں۔ انھیں اگر کوئی چیز پیش نظر تھی تو محض سرمایہ اکٹھا کرنے کی ہوں، حکومت بھی انھی لوگوں کا ساتھ دیتی تھی ابتداء میں رائل چارٹر، پھر Free Marketing یعنی آزاد انتظامی تجارت سب انھی سرمایہ داروں کو محل جنگی دینے کے قوانین تھے۔ کیونکہ اس سے حکومت کا بھی فائدہ ہوتا تھا۔ اس مادر پر آزادی کا لازمی نتیجہ شورش تھا جو آفر برپا ہو گئی۔

۲۔ صنعتی انقلاب کی وجہ سے جو طریق پیداوار میں بنیادی تغیر ہوا اسے مناسب طور پر منتظم نہیں کیا گیا۔ یہ اس نظام کی دوسری بڑی خرابی تھی۔ پہلے جو کام انسانی اور حیوانی طاقت سے لیے جاتے اب ان کے لیے مشین کی طاقت استعمال کی جانے لگی چنانچہ ہزاروں انسان بے کار ہو گئے۔ آخر یہ کس طرح جائز ہو سکتا تھا۔ کہ ایک شخص یا گروہ محض اس وجہ سے کہ وہ ایسا کرنے کے ذرائع رکھتا ہے ایک خاص قسم کا مال

تیار کرنے کے لیے اچاک ایک بڑا کارخانہ قائم کر دے اور اس کی کچھ پروانہ کرے کہ اس حرکت سے پورے علاقے کے ان ہزارہ آدمیوں کے روزگار پر کیا اثر پڑتا ہے۔ جو پہلے اپنے گھروں یا چھوٹی چھوٹی تیکڑیوں یا دوکانوں میں بیٹھے کام کر رہے تھے۔ اس کا یہ مطلب ہیں کہ مشین کی طاقت کو صنعت میں استعمال نہیں ہوتا چاہیے بلکہ اس استعمال کی اندھادھندا جاگزت نہیں ہوتی چاہیے اور حکومت کو اول روز یہ سے یہ فکر کرنی چاہیے تھی کہ ان لوگوں کے روزگار کا بندوبست بھی ہوتا چاہیے۔ جب ایسا نہ ہوا تو یہ روزگاری کا انتباہ سیاپ امدا جو تاریخ میں کبھی نہیں ہوا۔

۳۔ تیسری بڑی خرابی یہ تھی کہ جب ہے روزگاری کا سیاپ بڑھا تو ہزارہ لوگ مجبور ہو گئے کہ وہ اپنے دیہات قصبات سے اپنے مکھوں اور گلیوں سے نکل نکل کر ان بڑے کارخانے داروں اور تاجریوں کے پاس مزدوری یا نوکری طلاش کرتے ہوئے آئیں۔ چنان چہ یہ لاکھوں کی تعداد میں بھوکے مرتبے ہوئے لوگ کم سے کم اجرتوں پر کام کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ان میں سے بھی سب کو روزگار نہ ملتا بلکہ جو سب سے کم اجرت پر تیار ہوتا اس کو رکھ لیا جاتا۔ صحنی سرمایہ داری جوں بڑھتی گئی ویسے ویسے افلاس اور غربت بھی بڑھتی گئی۔ یہ لوگ جانوروں کی طرح کام کرتے۔ شہروں کے نجک دنار یک مکانات میں رہتے ان کی صحیحیں اور اخلاقی حالات تباہ ہونے لگی۔ ماں باپ اور اولاد بوجہ بان گئی۔ غربت کا یہ عالم کہ وہ لوگ جو پہلے معاشری لحاظ سے کچھ بہتر تھے وہ بھی اب مزدوروں کی صفت میں کھڑے ہو گئے۔

کارل مارکس ان لوگوں کی تصویر کشی یوں کرتا ہے: ”سو سائیکے اور پانی صفوں سے آئے والے بھی مزدور طبقے میں بھرتی ہوتے ہیں۔ بہت سے چھوٹے موئے معمولی حیثیت کے کاروباری بھی پر داری صفوں میں آکر مل جاتے ہیں کہ اب ان کے سامنے اور کوئی چارہ نہیں رہتا کہ جہاں مزدور کا ہاتھ الحتا ہے وہاں اپنا ہاتھ اٹھائیں اس طرح سے باخوبی کا وہ جنگل جو روزگار مانگنے کے لیے الحتا ہے اور گھنا ہو جاتا ہے اور بازو پہلے سے زیادہ سوکھ جاتے ہیں۔“^{۳۱}

۴۔ سرمایہ دار طبقہ کی صورت بھی غریب مزدور کی اجرت بڑھانے کی بات نہ کرتا۔ خود تو اپنے لفظ کی طرف لگا رہتا گھر مزدور اپنی اجرت کے لیے آواز بھی نہیں اٹھا سکتے تھے۔ سرمایہ دار طبقہ ان لوگوں کو مجبور کرنے کے لیے جب دل چاہتا کارخانہ بند کر دیتے اور ہزاروں لوگ جو پیارہ ہو جاتے انہیں مجبور کیا جاتا کہ وہ کم سے کم اجرت میں اس صورت میں غریب اپنے پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے کم اجرتوں پر مزدوری کرنے پر مجبور ہوتے۔ مزدور کے یہ اوقات صحن سے رات گئے تک چلتے اور ان مزدوروں میں بچے بھی رات گئے تک محنت کرتے۔ سرمایہ دار ان کی عمر کو مد نظر رکھے بغیر ان سے محنت کر داتے۔

لکھتا ہے: James Fulcher

"In the system of industrial capitalism there was cheap child labour and at times nearly half the employees were under the age of 16. In 1819 there were too children under the age of 10, some as young as 7, who worked from 6:00 in the morning until 7:00 at night."^{۳۲}

۵۔ ایک اور سب سے بڑی برائی جو سرمایہدارانہ نظام میں تھی وہ یہ کہ سرمایہدار طبقاً پہنچانے والی مقادیت کی وجہ سے مارکیٹ میں مصنوعی طور پر اشیاء کی قیمتیں بڑھا دیتے۔ مثلاً اپنے سرماں کے زور پر اشیاء کے صدروں کو خرید کر گواداموں میں بھرتے جاتے تاکہ بازار میں ان کی رسماں اور مانگ بڑھ جائے اور اس طرح قیمتیں مصنوعی طور پر بڑھائی جاسکے۔ سو جتنے ہٹکے داموں سرمایہدار وہ چیز منڈی میں دینا غریب عوام کو خریدنا پڑتی اس سے غربت میں ہزیز اخاف ہوتا گیا۔ اس ذخیرہ اندوزی سے سرمایہدار تو دولت داؤں ہاتھ سے سینتا مگر غریب لوگ بھوکے مرنے لگے۔

۶۔ سب سے برائی برائی جو اس نظام میں تھی وہ تھا سودی نظام۔ جو اس سرمایہدارانہ نظام میں جائز قرار دے دیا گیا۔ سود دنیا کے اکثر معاشروں میں قابلِ نظر رہا ہے۔ قرآن کا بھی اہل فیصلہ ہے کہ "سوداں کو گھٹانا تاہم ہے"۔ مگر یورپ کے اس سرمایہدارانہ طبقے نے اس کو جائز قرار دے دیا اور اسے سرمایہداری کا لازمی جزو بنادیا۔ مغربی سرمایہدارانہ نظام کو جس چیز نے اتحصال پر آمد ہے کیا۔ وہ سود کے اوارے پر بھی بینکاری نظام تھا۔ بینک کے اوارے نے یہ کیا کہ اپنے کھاتے داروں کو مثال کے طور پر اگر آنحضرت صد شرح سود دیا یا جتن سرمایہداروں کو اس نے قرض دیا ان سے پندرہ فی صد سود لیا اور اس کے عوض ان سے سیکورٹی لی۔ اس پہلے قدم سے یہ یعنی کہ بینک کا قرض صرف اس فروکول مکتا ہے جو پہلے سے سرمایہدار ہو جب سرمایہدار نے اس رقم سے کارخانہ لگایا تو اس کے لیے ضروری ہوا کہ وہ نہ صرف اس صنعت سے اپنے لیے منافع کمائے بلکہ اس رقم پر سالانہ پندرہ فی صد سود بھی ادا کرے۔ اب اگر کسی چیز پر لاگت سو روپے آتی تھی تو اسے اس لاگت میں اپنے منافع کے دس روپے شامل کرنے کے ساتھ ساتھ پندرہ روپے سود کے بھی شامل کرنے پڑتے چھاس چھوٹی چیز جو پہلے ایک سو روپے میں فروخت ہوتی تھی اب ایک سو چھوٹیں میں فروخت ہوئی۔ بھی چیز مہنگائی کا نتھا آغاز ہے اور یہ سرمایہدارانہ نظام سودی نظام کے ساتھ لازم و ملزم ہے۔

۷۔ جدید سرمایہدارانہ نظام کی بیانوں پر جو نیا معاشرہ قائم ہوا وہ ہمدردی، تعادن، رحم اور شفقت کے تمام چند باتیں سے عاری تھا اس نظام میں غیر تو ایک طرف بھائی، بہن، ماں، باپ بھی ایک دوسرے کو سہارا

دینے کے قابل نہ ہے۔ ظاہر ہے جب انسان کے پاس بنیادی ضروریات کے لیے وسائل نہ ہوں، جب روزگار کے موقع ٹھہر جائیں مشتمل انسان سے بہتر ہو جائیں اور جوانی کے بعد بڑھا پاعداب بن جائے تو ایسا معاشرہ برائیوں کا مرکب ہن جایا کرتا ہے۔ چنانچہ سرمایہ دارانہ نظام کے تحت وجود میں آئے والا معاشرہ اخلاقیات سے عاری تھا۔ اس چیز کی عکاسی ”سرمایہ دارانہ نظام ایک تحدیدی جائزہ“ کے مصنف نے بہت اچھی کی ہے۔

”سرمایہ دارانہ عمل معاشی حدود تک محدود نہیں رہ سکتا۔ دنیا میں آج کوئی ایسا مالک موجود نہیں جہاں سرمایہ دارانہ میشیت ترقی کر رہی ہو۔ لیکن خاندان جاہنہ ہو رہا ہوں۔ زمانہ نہ ہو رہا ہو۔ ادب، ثقافت، دھوک، غلظتِ تین اور تھس تین رجھات کی عکاسی نہ کر رہا ہو۔ جعل سازی اور قلم عالم نہ ہو۔ سرمایہ دارانہ سوسائٹی اسی تھالت، سفاکیت اور بخاست کا مرکب ہے۔“ ۱۵
الفرض یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں پانی جاتی ہیں اور انہیں کوئی ایسا مالک کی وجہ سے یہ معاشی نظام عجیب و غریب معاشی گورنمنٹ ہے، جس کی تھالت میں سو شلز زم اور کیو نزم جیسی تحریکیں انجام کریں ہوئیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کی پیداواری حقیقت اپنے عروج پر چکنچکے کے بعد ایک عرصے سے زاویہ معکوس بنارتی ہیں۔ وہ با نجٹہ ہو یہیں اور دنیا کو بھوک، افلام، بے روزگاری اور ڈاکڑتی کے سوا کچھ اور دینے کے قابل نہیں رہیں۔ چنانچہ ایسے نظام کو ٹھہر جانا ہی بہتر ہے۔ ۱۵

اگرچہ اس نظام کی حقیقت پوری دنیا میں ہوئی مگر یہ نظام تکمیل طور پر ٹھیم نہیں ہوا بلکہ بعض ممالک میں اس نظام میں کچھ اصلاحی اقدامات ہوئیں اور بعض نے اس کی صورت بدل کر اسے قائم رکھا۔ آج بھی دنیا کے بیشتر ممالک میں بھی معاشی نظام رانگ ہے اور بالواسطہ بالواسطہ بھی معاشرے کا استعمال ہو رہا ہے۔

اسلام اور سرمایہ دارانہ نظام

ہم قرآن کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے ہمیں ایک کامل معاشی نظام عطا کیا ہے۔ جو کامل طور پر انسانیت کے لیے کامیابی کی راہ ہے۔ اگر ہم سرمایہ دارانہ نظام کو سامنے رکھ کر اسلام کے اصولوں کو دیکھیں تو اس کے مقابلے میں ایک خوبصورت، کامل اور مختتم نظام ہمارے سامنے آتا ہے۔

قرآن کا پہلا اصول ہے کہ کاروبار تجارت میں ہر ایک کو محلی آزادی نہیں ہے۔ بلکہ اجتماعی معاواد کو سامنے رکھ کر جائز اور ناجائز کا انتیاز قائم رکھنے کا حکم ملتا ہے۔ قرآن اور اسلام میں دولت حاصل کرنے کے تمام وہ

القلم... اپریل ۲۰۱۶ء

سرمایہ دارانہ نظام کی عصری تعبیرات اور اسلامی تاثیر میں جھوپی (291)

طریقے ناچائز ہیں جو ایک شخص کا فائدہ تو دوسرے کا نقصان ہو۔ قرآن میں اس فائدہ کو بیوں بیان کیا ہے۔

”بِالْيَهَا الَّذِينَ امْتَلَأُوا كُلُّ أَوْلَاقٍ بِالْبَاطِلِ“

الا ان تکون تجارة عن تراضي منكم و هـ تقتلوا

انفكم ان الله كان بكم رحيماً و من يفعل ذلك

عدوانا و ظلمـا فسوف نصلـمه ناراً۔“

”اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال نار و طریقوں سے نہ کھایا کرو۔ بھر

اس کے لئے دین دین آپس کی رضا مندی سے ہو اور تم خود اپنے آپ کو بلاک نہ کر و اللہ تعالیٰ تمہارے

حال پر مہربان ہے اور جو کوئی اپنی حد سے تجاوز کر کے ظلم کے ساتھ ایسا کرے گا اس کو ہم آگ

میں جھوک دیں گے۔“

اس آیت میں کاروبار، تجارت کے لیے دو شرائط دیں ہیں ایک یہ کہ لئے دین باہمی رضا مندی سے ہو

دوسرے یہ کہ ایک کافاً فائدہ اور دوسرے فریق کا نقصان نہ ہو۔ جب کہ سرمایہ دارانہ نظام میں یہ اصول اس کے

الٹ ہے۔ یعنی باہمی لئے دین جبر پر ہوتا اور ایک کافاً فائدہ دوسرے کا نقصان ہوتا ہے۔ اسلام اس کی انجمنی کرتا

ہے۔

اسلام کا دوسرا بڑا اصول یہ ہے کہ دولت کو معن کر کیونکہ اس سے دولت کی گردش رک جاتی ہے اور تقسیم

دولت میں توازن نہیں رہتا دولت سیئے والا نہ صرف خود بدترین اخلاقی امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے بلکہ

درحقیقت وہ پوری قوم کے خلاف ایک خالمان فعل کا مرتكب ہوتا ہے۔

قرآن میں خدا فرماتا ہے:

”وَالَّذِينَ يَكْنِدُونَ الدَّهَبَ وَالْفَضْلَةَ وَلَا يَنْفَعُونَ نَفْسًا“

”فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا فَيْشُرُ هُمْ بِعَذَابِ أَكْبَمْ“.

”اور جو لوگ سوتا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ

میں خرچ نہیں کرتے ان کو عذابِ الْمُمْكِن کی خبر دے دو۔“

جب کہ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیادی اس اصول پر ہے بچت کو معن کرنا اور معن شدہ دولت کو مزید دولت

پیدا کرنے میں لگانا۔ غریبوں کے حقوق کا خیال کہیں نہیں کیا جاتا۔ جب کہ اسلام اس بات کی انجمنی کرتا ہے۔

اسلام کا تیسرا اصول جمع کرنے کے بجائے خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے بالکل

القلم... اپریل ۲۰۱۴ء

اللّٰهُ قرآن حکم دیتا ہے کہ جو ضرورت سے زیادہ وہ خرچ کرو۔ مگر خرچ کرنے سے مراد عیش و عشرت میں دولت خرچ کرنا نہیں بلکہ فی کیبل اللہ کی قید کے ساتھ خرچ کرنا اور ضرورت سے زیادہ جو دولت ہو وہ گواہ اور جماعت کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

“وَيَسْلُوكَ مَا ذَانِقُوْنَ . قُلِ الْعَفْوُ .”

"اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہو کہ جو ضرورت سے بیچ رہے ہیں" ۱۸

سرمایہ دار سمجھتا ہے کہ خرچ کرنے سے وہ مغلس ہو جائے گا جب کہ اسلام کہتا ہے کہ خرچ کرنے سے برکت ہو گی تیری دولت گئے گی نہیں بلکہ بڑھے گی۔

"الشَّيْطَنُ تَعْدُكُمُ الْفَعْرَوْيَا مِرْكَمْ بِالْفَحْشَاءِ جَ وَاللهِ ."

"شیخان تم کو گاواری کا خوف دلاتا ہے اور شرمناک بات کا حکم دیتا ہے مگر اللہ تم سے

بچھش اور مزید عطا کا وعدہ کرتا ہے۔“ ۱۹

اسلام کا پوچھا اصول ہے کہ سود حرام ہے جب کہ سرمایہ وار ان نظام سود کو جزو لازم قرار دیتا ہے۔ دراصل سود ہی اس نظام کو اختصاری نکام بتاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

"اللہ سو دو کو گھٹاتا سے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔"

"وَمَا أَتَيْتُم مِنْ رِبَالٍ بِرُّواْفِي أَمْوَالَ النَّاسِ فَلَا يَرْ

بِمَا أَعْنَدَ اللَّهُ وَمَا أَتَيْتُمْ مِنْ أَكْوَافٍ تُبَذِّلُهُ كَجَة

الله هُوَ الْكَفِيلُ، لِكُمْ هُمُ الْمُضْعَفُونَ.

”اور یہ جو تم سودو دیتے ہو تو اس کے لئے کوئی اموال میں اضافہ ہو تو اللہ کے نزد یک وہ ہرگز
نہیں بڑھتا۔ بڑھو تری اموال کو نصیب ہوتی ہے جو تم اللہ کے لیے زکواۃ دیتے ہو۔“^{۱۰}

يسمح الله الريوا الصدق

"اللہ سوکو گھٹا تاے اور صدقات کو پڑھاتا ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:-

"وَمَا أَتَيْتُمْ مِنْ رِبَالٍ يُوَافِي أَهْوَالَ النَّاسِ فَلَا يَرْجِعُ

بِسْرُّ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَمَا أَتَيْتُمْ مِنْ زَكْوَةٍ تُرْبَدُوكَ وَجَهَ

اللَّهُ فَأُولَئِكُمُ الْمُضْعَفُونَ۔

"اور یہ جو تم سود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے اموال میں اضافہ ہو تو اللہ کے نزدیک وہ ہرگز

نہیں بڑھتا۔ بڑھوتری تو ان اموال کو نصیب ہوتی ہے جو تم اللہ کے لیے زکوٰۃ دیتے ہو۔" (۱۴)

اسلام کے معاشر اسلام کی بنیاد اس تصور پر ہے کہ زمین اور اس کی ساری اشیاء اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔

اچھا ہو یا مستا جرا/ آجر، مزدور ہو یا مالک۔ کار خا شدار ہو یا دکاندار ہر ایک کے پاس جو کچھ ہے یا ہر ایک کے

ذمے جو بھی کام دیا گیا ہے اس کا مقصد تصرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور حکومت کی خوشنودی ہو۔

ارشاد ہماری تعالیٰ ہے:

لَا تُوْتُوا السَّفَهَاءَ امْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ

قِيَامًا۔

"تم اپنے اموال بے سمجھوں کے پردن کرو جن اموال کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے

زندگی کی بقا اور قیام کا سبب بنایا ہے۔"

اس آیت میں دو اصولوں کی وضاحت کی گئی ہے کہ اموال دنیا انسانی زندگی کی بقا اور قیام کا باعث

ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی افادت و وظائی خصوصیت ہے نبی اللہ تعالیٰ نے ان میں فلکی اور طبعی طور پر

و دعیت کر دیا ہے۔

اموال کم الشی جعل اللہ لكم قیاماً کے الفاظ سے واضح ہے۔ درست ایک مال و دولت ایسے

لوگوں کے بقشہ و تصرف میں نہ دیے جائیں جو ان کے اصل مقصد و غایت کو برقرار رکھنے کی الیت نہ رکھتے

ہوں۔

اسلام ہر شخص کے لیے جدوجہد کا مساوی حق تسلیم کرتا ہے اور ہر ایک شخص کو جو محنت کر کے جو کچھ دولت

کماتا ہے اس دولت کا جائز مالک قرار دیتا ہے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا مالک ملک ہونے کا تصور بھی پیش کرتا

ہے یعنی کہ (۱) حق بخدا (۲) حق تصرف۔

سرمایہ دار اسلام میں کسی فرد کو مال کمانے پر کوئی پابندی نہیں۔ یہاں تک کہ عمرت اگر اپنی

حصت فردخت کر کے بھی مال کمانی ہے تو وہ مال اس کی ملکیت ہو جاتا ہے۔ جب کوئی جائز یا ناجائز طریقے سے

مال کماتا ہے تو اس کو پوری آزادی سے خرچ کرنے کا حق بھی رکھتا ہے۔
سید عظیم لکھتے ہیں:

”جب تک اجرتی غلام باقی ہے۔ عصمت فروش کا اپنا گزیر ہے۔ انسانی معاشرے کی پوری تاریخ میں تمام مظلوم اور احتصال کیے جاتے والے طبقات ہمیشہ مجبور کیے گئے تھے۔“ ۲۳
اسلام سرمایہ دارانہ نظام کے بر عکس مختلف قدر ہم اور پابندیاں لگاتا ہے تاکہ اچارہ داری، بے را در وی، فاشی اور دوسرا برا بخوبی سے بچا جاسکے۔ چنانچہ قرآن حکیم کی اساسی تعلیمات کے مطابق انسان کسی دوسرا شے تو کیا خود اپنے جسم و جان کا بھی مالک نہیں ہے۔ بلکہ اس کے وجود صیست کا نکات کی ہر شے کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور جسم و جان، زمین و مالک، مال و منوال اور اولاد و آل صیست ہر شے جو کسی انسان کو حاصل ہوتی ہے اس کی ملکیت میں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔

سرمایہ دارانہ ذہنیت کی عکاسی قرآن حکیم میں حضرت شیعیب کی قوم کے لوگوں کے اس قول کی طرف کی گئی ہے کہ

ان نفعل فی اموالنا ما نشوأ

”بہم تصرف کریں اپنے اموال میں جیسے بھی ہم چاہیں۔“ ۲۴
اسلام میں انسانوں کو حق ملکیت حاصل ہے وہ مقید اور محدود ہے۔
قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان الارض لله

”یقیناً زمین اللہی کی ملکیت ہے۔“ ۲۵

پھر دوسرا جگہ ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے کہ
والارض وضعها لله انما

یعنی ”زمین کو اس نے بچھا دیا تمام ملکوتوں کے لیے۔“ ۲۶

قرآن و سنت نے دوسروں کو اپنے مملوک اموال کے منافع اور ثمرات میں شریک کرنا ان کا شرعی حق قرار دیا ہے اسے محض نظری تھی اور اضافی بھلانگ سے تعبیر نہیں کیا۔
ارشاد باری ہے:

و في اموالهم حق للسائل والمحروم

”اور ان کے اموال میں ضرورت مندوں اور محروم امتحیت لوگوں کا حق ہے۔“^{۲۸}
اس طرح جس کسی کو بھی اپنے اموال کے منافع میں شریک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے لیے اپناۓ حق کے لفاظ استعمال ہوئے ہیں جن سے ان حق داروں کی قانونی اور شرعی حیثیت پر وحشی ڈالی ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اتِ الْقُرْبَىٰ حَقَهُ وَالْمَسْكِنَ وَابِ السَّبِيلِ

”پس رشتہ دار کو اس کا حق اور مسکین و مسافر کو ان کا حق ادا کرو۔“^{۲۹}

سرمایہ دارانہ نظام میں دولت کی گردش چند افراد کے ہاتھوں ہی میں ہوتی ہے لیکن اسلام نے واضح کر دیا ہے کہ غریب، مسکین، مستحق، نادار، مسافر ہماری دولت میں برابر کے شریک ہیں۔

پھر ایک دوسرے مقام پر بھی اللہ تعالیٰ اتفاق فی سبکِ اللہ کی ترغیب دیتے وقت فرماتا ہے کہ

وَلَا يَحِسِنُ الَّذِينَ يَخْلُونَ بِمَا أَنَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

هو خيراً لِهِمْ بَلْ هُو شرٌّ لَهُمْ سَيْطُونُونَ مَا يَخْلُونَ

بِهِ يوْمُ الْقِيَامَةِ

”وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا ہے۔ وہ ہرگز ہرگز نہ سمجھیں کہ ان کا فضل ان کے لیے بھائی کی بات ہے۔ نہیں نہیں یہ ان کے لیے شر اور برا بائی کی بات ہے۔ عذیریب قیامت کے روز یہ مال و متاع جس کے لیے وہ بخل کر رہے ہیں ان کے گھوں میں طوق (عذاب کا) پہنچا جائے گا۔“^{۳۰}

قرآن پاک میں رب تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

وَبِلِ لِكُلِّ هَمْزَةٍ لِعَزَّةٍ، الَّذِي جَمِعَ مَالًاً وَعَدَّدَهُ

يَحْسِبُ إِنْ مَا لَهُ أَخْلَدَهُ، كَلَّا لِيَنْبَذِنَ فِي الْحَطَمَةِ.

”ہر عطفہ دینے والے غیر کرنے والے کے لیے چاہی ہے جس نے مال جمع کیا اور اس کو گن گن کر رکھا۔ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ اس مال کو ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں وہ چورا چورا کرنے والی میں ضرور پھیک دیا جائے گا۔“^{۳۱}

صہروں کے اصطلاحی معنی ہوں زر رکھنے والے شخص کے ہیں۔ کیونکہ ”ہزار“ اس کے کو کہتے ہیں جسے کچلہ دیا جائے اور وہ قریب الموت حالت میں پار پار اپنی زبان ہونتوں پر پھیرے اور ”ہزار“ کا معنی دھوکہ دے کر مخداد

القلم... اپریل ۲۰۱۴ء

سرمایہ دارانہ نظام کی عصری تغیرات اور اسلامی تاثیر میں جھوپی (296)

حاصل کرنا۔ لہذا اس آیت میں ان لوگوں کی جاہی کی طرف اشارہ کرو یا گیا ہے جو ہوں زر کے مرخ میں جتنا ہو کر جوکہ دنی سے مال حاصل کرتے ہیں۔

اسلام "کب زر" کا حکم دے کر "جب زر" کی ممانعت کرتا ہے جو کہ سرمایہ داری دور میں جاہی و برپا وی کا سبب نی۔ اسلام دولت کو سرمایہ داروں میں روکنا نہیں چاہتا۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

کی لا يكون دولة بين الاغنياء منكم

"(یہ حکم دیا گیا) کمال تجارتے مال داروں ہی کے درمیان گروپ نہ کرتا رہے۔" ۱۷

اسلام نے یہ معارف غریب، مسکین، محتاج وغیرہ اس لیے بتائے ہیں کہ دولت کے معروف صرف جاگیردار اور سرمایہ دار ہی نہ بن جائیں اور غریب فاقوں مرتے رہیں۔

اسلام انسانی معاشرے کو سرمایہ دارانہ دور کی طرح اعلیٰ بورڈو، اعلیٰ پردازی اور ادنیٰ پردازی، سرمایہ دار اور غیر سرمایہ دار وغیرہ کے طبقات میں تقسیم نہیں کرتا۔ اسلام ہمدردی اور مساوات کا قائل ہے تاکہ جن کو وسائل کی ہدایت پر دوسروں پر فویت حاصل ہے۔ وہ دوسروں کا حق سلب نہ کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

نحن قسمنا بینهم معيشتهم في الحياة الدنيا

ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات، ليتخد بعضهم

بعضاً سخر ياً ورحمت ربك خير مما يجمعون.

"ہم نے ان کے درمیان دنیا کی زندگی میں روزگار سے اسہاب کی تقسیم فرمادی ہے اور

بعض کو بعض پر وسائل معيشت میں فویت دی ہے تاکہ ایک دوسرے کو تابع کر سکے اور تیرے

پر درگاہ کی رحمت اس سرمایہ سے زیادہ بہتر ہے تھے وہ اکٹھا کرتے ہیں۔" ۱۸

چونکہ رزق انسان کی بنیادی ضرورت ہے جس پر انسانی زندگی کی ہتھی ہے۔ اس لیے مختلف پہلوؤں پر

قرآن حکیم میں روشنی ڈالی گئی ہے کہ ایک مومن پوری طرح مطمئن ہو جائے کہ رزق کی تکمیل و فراہمی معاشی و اقتصادی عدم مساوات رب تعالیٰ کی مصلحت اور آزمائش ہے۔

معاشی نظام کے اصولوں میں سے ایک سنہری اصول یہ بھی ہے کہ انسان رب تعالیٰ کی عطا کردہ تمام نعمتوں سے استفادہ حاصل کرے دوسروں پر خرچ بھی کرے مگر اسرا ف سے احتساب کرے۔

اسلام میں یہ شہری اصول دیا ہے کہ حلال، جائز اور پاک یعنی ذرائع سے رزق کماو اور خرچ کرو اور انسان کے دل سے خوف بھی مناتا ہے کہ دولت خرچ کرنے سے سختی نہیں بڑھتی ہے۔ ہر وہ شخص جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ صرف دولت سے گھبرا نہیں۔ کیونکہ اس کو کامل یقین ہے کہ اسے تکلی کا اجر دیں، دنیا اور آخرت میں ضرور ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَانْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمْ سَرًّا فَإِعْلَانِيَةً بِرِجُونِ تِجَارَةً لَنْ

تَبُورَ لِي وَفِيهِمْ أَجْوَرُهُمْ وَبِزَادِهِمْ مِنْ فَضْلِهِ

”اور جن لوگوں نے ہمارے بخشے ہوئے رزق میں سے کھلے اور بھلے طریقے سے خرچ کیا۔ وہ ایک ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جس میں گھانا ہرگز نہیں ہے۔ اللہ ان کے بد لے آن کو پورے پورے اجر دے گا۔ بلکہ اپنے فضل سے کچھ زیادہ وہی عنایت کرے گا۔“ ۳۲

سرمایہ داری میں دولت کا مقابل مقید ہے اور اسلام میں آزاد ہے۔ اسلام بھائی چارہ اور انوت کا درس دیتا ہے تاکہ باہمی ہمدردی کا جذبہ قائم دا انگر ہے اور دولت کی منصانہ تقسیم سے ہر ضرورت مندا بینی روزمرہ کی ضروریات زندگی حاصل کر سکے۔ سرمایہ دار قرض پر ن صرف سودا لگو کرتا ہے۔ بلکہ سودی بازیافت اور راس المال کے لیے قرض دار کے کپڑے اور گھر کے بتن تک گروہ رکھ لیتا ہے۔ مگر اسلام نہ صرف قرض دینے کے حق میں ہے بلکہ اس بات کا حکم بھی دیتا ہے کہ اگر مقرض انتظامیت نہ رکھتا ہو تو اسے مہلت دے دو یا پھر معاف کر دو۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنِظِرْهُ إِلَىٰ مِسْرَقٍ وَإِنْ تَصْدِقُوا

خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

”اگر قرض دار تجھ کی حالت درست ہونے تک اسے مہلت دے دو۔ اگر معاف

کرد و تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اس کا فائدہ تم کچھ سکتے ہو اگر پچھلے علم رکھتے ہو۔“ ۳۳

محضہ یہ کہ قرآن ہمیں سرمایہ دارانہ نظام سے ہٹ کر تعلیمات دیتا ہے اور اسلام میں اس نظام کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ جا کیہ دارانہ نظام ہو یا سرمایہ دارانہ نظام اگر یہ نظام انسانیت کا تحصال کر رہے ہوں ان کو بنیادی ضروریات سے محروم رکھا جا رہا ہو۔ انسان کو اس کے ارفع والی مقام سے بیٹھا نہیں کر سکتے بلکہ ہمارے ادب و ثقافت اور تہذیب کا بے کار ہیں۔ کیونکہ یہ محض ہماری معاشری زندگی کوئی ممتاز نہیں کرتے بلکہ ہمارے ادب و ثقافت اور تہذیب کا دار و مدار بھی اُنہی پر ہے۔ چنانچہ ہمیں اسلامی مملکت پاکستان کے لیے متوازن معاشری نظام اسلامی تعلیمات میں ہی پہنچا نظر آنا چاہیے۔

حوالہ جات و حواشی

- ۱۔ جیل جائی، ڈاکٹر توہین اردو و کشنہی۔ صفحہ ۲۸۵۔
- ۲۔ The new Encyclopaedia Britannica, vlaume 2 Encyclopaedia Britannica, Inc, U.S.A, 1986, P-831.
- ۳۔ یاسر جواد، عالمی انسائیکلو پیڈیا، جلد اول۔ صفحہ ۱۱۹۶۔
- ۴۔ The Blackwell Encyclopaedia of political science, edited by Bongdanor, Blackwell, publishers, Oxford, UK, 1992, P- 74.
- ۵۔ James Fulcher, Capitalism a very short introduction, Oxford Press, UK. P-11
- ۶۔ عبداللہ یوسف علی، انگریزی عہد میں بندوستان کی تہذیب کی تاریخ۔ صفحہ ۳۳۔
- ۷۔ Jerry A. Frieden, Global Capitalism, W.W nortion company New York , London. 2007. P-3
- ۸۔ شیر بیگ، کارل مارکس اور اس کی تعلیمات۔ صفحہ ۴۳۰۔
- ۹۔ کارل مارکس، بندوستان کا تاریخی خاک، (ترتیب و تعارف) احمد سعید تحقیقات لاہور۔ ۲۰۰۳ء۔ صفحہ ۲۳۵، ۲۳۶۔
- ۱۰۔ تاریخی، ڈاکٹر تاریخیک آزادی ہند، جلد دوم، مترجم نلام ربانی تابان، قومی کوںسل برائے فروغ وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند۔ ۲۰۰۱ء، صفحہ ۲۵۶۔
- ۱۱۔ فضل الرحمن (مدیر اعلیٰ) اردو انسائیکلو پیڈیا، جلد سوم، قومی کوںسل برائے فروغ اردو، نئی دہلی۔ ۱۹۹۹ء، صفحہ ۲۵۷۔
- ۱۲۔ کارل مارکس، مزدوری اور سرمایہ، ترجمہ دارالاشراعت ترقی ماس کو، چدو چہد پہلی کشمیر لاہور۔ ۲۰۰۳ء، صفحہ ۳۹۔
- ۱۳۔ James Falucher, capitalism, a very short intorduction. P-5
- ۱۴۔ احمد، محمد حافظ، مولانا، مجتبی احسن، سید مولانا (مرتبین)، سرمایہ دارانہ نظام ایک تجیدی جائزہ۔ ۲۰۰۶ء، صفحہ ۱۱۹۔
- ۱۵۔ جاوید شاہین، تعارف، مشمول سرمایہ داری کے داخلی تضادات۔

القلم... اپریل ۲۰۱۴ء

سرمایہ دارانہ نظام کی عصری تعبیرات اور اسلامی تاثیر میں جو یہ (299)

- ۱۶۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۳۱-۳۹۔
- ۱۷۔ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۳۲۔
- ۱۸۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۱۹۔
- ۱۹۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۳۶۸۔
- ۲۰۔ سورۃ الروم آیت نمبر ۳۹۔
- ۲۱۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۵۔
- ۲۲۔ سید عظیم، ذبیحی اور گلوبائزیشن، نیا سامراج نئی آزادی کی نظام، جس ۳۳۸
- ۲۳۔ سورہ حمود، آیت نمبر ۸۷۔
- ۲۴۔ سورہ الاعراف، آیت نمبر ۱۲۸۔
- ۲۵۔ سورہ الرحمن، آیت نمبر ۱۲۸۔
- ۲۶۔ سورہ الذاریات، آیت نمبر ۱۹۔
- ۲۷۔ سورہ فی اسرائیل، آیت نمبر ۲۹۔
- ۲۸۔ سورہ آل عمران، آیت نمبر ۱۸۰۔
- ۲۹۔ سورہ الحجۃ، آیت نمبر ۳۔
- ۳۰۔ سورہ الحشر، آیت نمبر ۷۔
- ۳۱۔ سورہ الزخرف، آیت نمبر ۳۲۔
- ۳۲۔ سورہ قاطر، آیت نمبر ۲۹-۳۰۔
- ۳۳۔ سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۲۸۰۔

